محمد جعفر شاہ پھلواروی

حضورِ اکرم اور تعددِ ازواج

یہ مقالہ لکھنے کا سبب

اس وقت یہ مقالہ سپردِ قلم کرنے کی ایک خاص وجہ ہے ایک طرف عموماً مسیحی اور دوسرے غیر مسلم اور ان کے ہمنوا آزاد خیال حضرات کی نظروں میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بیک وقت نو بیویاں رکھنا بہت کھٹکتا ہے، اور دوسری طرف خود مسلمان حضورؐ کی صحیح پوزیشن کو نہ سمجھنے کے باعث ہر حال میں تعددِ ازدواج کو ایک "سنت" قرار دیتے ہیں۔ یہ دونوں نظریے نظرثانی کے محتاج ہیں۔ اس لئے ہم ہر ایک پر الگ الگ بحث کریں گے۔

متعدد شکوک

تعددِ ازدواج پر ایک شبہ یہ پیدا کیا جاتا ہے کہ ایک بیوی کی موجودگی میں دوسری سوکن لانا ایک بے رحمی کا پہلو رکھتا ہے۔ کیونکہ عورت اسے کبھی ٹھنڈے دل سے گوارا نہیں کرتی۔

ہم یہاں پہلے ایک عقلی سوال پیش کرنا چاہتے ہیں۔ فرض کیجئے کہ ایک شخص سے جس کی بیوی موجود ہے اور اسے کوئی دوسری عورت بری طرح دل دے بیٹھتی ہے۔ اب دیکھئے اگر وہ اسے حبالۂ عقد میں لے آتا ہے تو بیوی کی دل شکنی ہوتی ہے اور اگر ایسا نہیں کرتا تو دوسری عورت کی زندگی خراب ہوتی ہے۔ دونوں صورتوں میں ایک ایک خرابی لازم آتی ہے۔ لہٰذا کسی ایک کو اھون البلیتین (LESSER EVIL) کے طور پر اختیار کرنا پڑے گا اور ایسے مواقع پر صحیح راہِ عمل یہی ہوگی کہ بیوی کا حق چونکہ مقدم ہے اس لئے دوسری عورت کی دل شکنی یا اس کی زندگی کی خرابی کو برداشت کرنا پڑے گا۔ اگر خود مرد کا اپنی بیوی کے علاوہ کسی دوسری عورت سے اسی طرح کا قلبی تعلق پیدا ہو جائے تو اس صورت میں بھی اسے اپنی بیوی کی خاطر اپنے تمام جذبات کو دبانا چاہیئے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ جس طرح مذکورہ صورت میں بیوی کے مقابلے میں اپنی یا دوسری عورت کی رعایت نہ کرنا اھون البلیتین ہے اسی طرح کسی موقعے پر خود بیوی کی رعایت نہ کرنا اھون البلیتین ہو سکتا ہے یا نہیں؟ ہماری عقل کہتی ہے کہ ہو سکتا ہے۔ (ایسی ضرورتیں کیا ہو سکتی ہیں ان کا ذکر آگے آئے گا)

دوسرا شبہ

حضورؐ کے تعددِ ازواج پر غیر مسلموں کا ایک ناگفتہ بہ الزام یہ بھی ہے کہ خاکم بدہن اس کا سبب ہوائے نفسانی کا غلبہ تھا۔ ذرا سوچئے۔

(الف) کیا اس انسان کے متعلق ہوائے نفسانی سے مغلوب ہونے کا وہم بھی ہو سکتا ہے۔ جس نے پچیس ۲۵ سال کا

زمانۂ تجرّد کمالِ عفت و پاکبازی سے گزارا ہو اور اس نے پچیس سال کی عمر میں نکاح بھی کیا ہو تو ایک ایسی عورت سے جو اس سے پندرہ سال بڑی یعنی چالیس سال کی ہے۔ جو پہلے دو شوہروں کی بیوی رہ چکی ہے اور صاحبِ اولاد بھی ہے اور جو خود پیغامِ نکاح دیتی ہے؛

(ب) اسے ایک دوشیزہ حاصل کر لینے میں کوئی دشواری نہیں کیونکہ وہ خود تندرستی و جمال میں یگانۂ روزگار ہے، ساری قوم کا محبوب ہے۔ خاندانی وقار کا مالک ہے عرب میں عورت کی کوئی قدر و قیمت نہیں اور جس کا جی چاہے دس دس عورتیں رکھ لیتا ہے۔

(ج) پچاس سال کی عمر تک یعنی پورے پچیس سال اسی ایک بوڑھی صاحبِ اولاد اور گزشتہ دو شوہروں کو دیکھنے والی عورت کی رفاقت پر قانع رہتا ہے اور اشارۃً بھی کسی دوسری رفیقۂ حیات کی خواہش نہیں کرتا۔

(د) اس رفیقہ (خدیجہؓ) کی وفات کے بعد اپنی عمر کے پچاسویں سال بالکل اپنی ہم سن پچاس سال کی بڑھیا (سودہؓ) سے نکاح کرتا ہے اور اپنی عمر کے پچپن سال تک اسی ایک بوڑھی عورت کا رفیق بنا رہتا ہے اور کسی دوسری کی طرف رُخ بھی نہیں کرتا۔

(ہ) اس کے بعد پچپن (۵۵) سال کی عمر سے انسٹھ (۵۹) سال کے درمیان میں جو نو (۹) عورتیں حبالۂ عقد میں آتی ہیں ان میں ساری عورتیں ایسی ہیں جو ایک دو اور تین تین شوہروں کی بیویاں رہ چکی ہیں۔

کیا ان تمام حقائق پر نگاہ رکھتے ہوئے یہ گمان بھی کیا جا سکتا ہے کہ اس انسان میں غلبۂ نفسانی کا کوئی ادنیٰ شائبہ بھی موجود تھا؛ کیا یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ پچپن (۵۵) سال کی عمر سے پہلے تک اور پھر ۵۹ سال کی عمر کے بعد (۶۳ سال کی عمر تک) تو ہوائے نفس کا شائبہ بھی موجود نہ ہو اور صرف ۵۵ سے ۵۹ سال تک کے درمیان فقط پانچ سال کے لئے ساری ہوسناکیاں دفعۃً پیدا ہو گئیں؛ کیا نفسانی ہیجان صرف ۵۵ سے ۵۹ سال کی عمر تک ہوا کرتا ہے؛ نہ پہلے نہ بعد میں؟

(و) پھر یہ بھی سوچنا چاہیئے کہ ہوائے نفسانی کی تکمیل کا تو بہترین موقع اسی وقت تھا جب رشتہ یا سنہ نبوی (۱) تبلیغ دین روک دینے کے عوض میں ساری قوم دولت اسیادت اور حسین ترین عورتیں پیش کر رہی تھی۔ اس سے بہتر موقع ہوسناکیوں کی تکمیل کا ۔۔۔ کیا ہو سکتا تھا؛ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ اس وقت حرم سرائے نبوت میں ایک ساٹھ سال کی صاحبِ اولاد بڑھیا (خدیجہؓ) کے سوا اور کوئی بھی موجود نہیں۔

(ز) اس پر بھی غور کرنا چاہیئے کہ سارے عرب پر اقتدار و فرمانروائی قائم ہو چکنے کے بعد نو بیویوں پر مزید اضافے سے کیا چیز روک سکتی تھی؟

(ح) ایک اور بات بھی قابلِ غور ہے کہ جن لوگوں کو حضور سے واسطہ تھا ان میں عربی و عجمی، دوست و دشمن،

جاہل و متمدن سب ہی قسم کے لوگ تھے۔ حضورؐ میں اگر ادنےٰ سے ادنےٰ شائبہ ہوسناکی ہوتا تو دشمن کو اس سے بہتر پروپیگنڈے کا اور کیا حربہ ہاتھ آسکتا تھا؟ انہوں نے شاعر کہا، مجنون کہا، خواہشمند اقتدار ہونے کا طعنہ بھی دیا۔ سارے الزام لگائے لیکن یہ عجیب بات ہے کہ کوئی سخت سے سخت دشمن بھی نفسانی ہوسناکیوں کا الزام نہیں لگاتا۔ کیا یہ اس بات کی دلیل نہیں کہ جن لوگوں کی آنکھوں کے سامنے حضور نے تعدد ازواج فرمایا تھا وہ بھی یہ سمجھتے تھے کہ یہ اونچا انسان مغلوب النفس نہیں ہو سکتا بلکہ اس کی مصلحتیں وہی ہو سکتی ہیں جو اس کی ساری زندگی کے حرکت و سکون میں جھلکتی ہیں۔

تیسرا شبہ ایک شبہ یہ بھی کیا جاتا ہے کہ امت کے لئے تو مثنیٰ و ثلٰث و ربٰع کے نزول کے بعد چار تک کی تحدید کر دی گئی اور جن امتیوں کے پاس چار سے زائد بیویاں تھیں ان سے چار کے علاوہ کو جدا کروا دیا گیا۔ لیکن خود حضورؐ نے اس پر عمل نہیں فرمایا بلکہ جو بیویاں نزول آیت کے وقت تھیں وہ بدستور رہیں۔ اپنے لئے یہ رعایت اور امت کو اس رعایت سے محروم رکھنے میں کیا مصلحت ہو سکتی ہے؟

بظاہر تو ایسا ہی معلوم ہوتا ہے کہ حضور کے لئے یہ رعایت ہے اور امت اس رعایت سے محروم ہے لیکن در اصل معاملہ برعکس ہے۔ مندرجہ ذیل حقائق پر غور فرمائیے۔

(الف) ہر مسلمان کے لئے چچا، پھوپی، ماموں اور خالہ کی بیٹیوں سے نکاح جائز ہے لیکن حضور کے لئے ان سے اسی صورت میں نکاح جائز ہے جب کہ ان عورتوں نے ہجرت کی ہو۔ ارشاد خداوندی ہے ... وبنٰت عمک وبنٰت عمٰتک وبنٰت خالک وبنٰت خٰلٰتک التی ھاجرن معک یہی وجہ ہے کہ حضور کے سگے اور مہربان چچا ابوطالب کی بیٹی ام ہانی حضور کے لئے حلال نہ تھیں کیونکہ وہ ایمان ہی فتح مکہ کے بعد لائی تھیں جبکہ ہجرت ختم ہو چکی تھی۔

(ب) ہر امتی بشرط عدل و ضرورت چار بیویاں رکھ سکتا تھا۔ لیکن اگر وہ قانوناً ان سب کو یا بعض کو الگ کر کے دوسری عورتوں کو حبالۂ عقد میں لا سکتا تھا وہ اس طرح قانون سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے سینکڑوں نکاح کر سکتا تھا لیکن رسول کے لئے ان نو عورتوں کے بعد ہمیشہ کے لئے نکاح کا دروازہ بند ہے۔ ارشاد قرآنی ہے کہ ...

لا یحل لک النساء من بعد ولا ان تبدل بھن من ازواج ولو اعجبک حسنھن (اے رسول اب ان موجودہ نو ازواج کے بعد آپ کے لئے دوسری عورتیں حلال نہیں اور نہ ان کو الگ کر کے دوسری ازواج کرنا حلال ہے۔ اگرچہ ان دوسری عورتوں کا حسن بھی آپ کو بھاتا ہو)

ان آیات سے جو واضح نتیجہ نکلتا ہے وہ یہ ہے کہ:-

(۱) امت کا کوئی فرد ایک بیوی کی وفات کے بعد یا ضرورت ہو تو زندگی میں دوسری اور پہلی ہی تیسری اور چوتھی

جتنی بھی چاہے بیویاں کر سکتا ہے لیکن رسول کے لئے ام المومنین میمونہ کے بعد یہ دروازہ بند ہے۔

(۲) اُمت کے لئے بیویوں کو طلاق دے کر اس کی بجائے دوسری بیویاں کرنے کا امکان موجود ہے۔ لیکن رسول کو اس کی بھی اجازت نہیں۔

(۳) اُمت کے لئے ناموافقت مزاج یا کسی دوسری عورت کی کشش حسن تبدیل زوج کا بہانہ بن سکتی ہے لیکن رسول کے لئے یہ راہ بھی مسدود ہے۔

ذرا انصاف سے دیکھئے رعائتیں امت کے لئے ہیں یا رسول کے لئے؛ یہاں زیادہ سے زیادہ چار کی تحدید یہ ہے لیکن موتیہ زوجہ، ناموافقت مزاج اور کسی کی کشش حسن وغیرہ تبدیل و تجدید ازواج کے بہانے بن جاتے ہیں لیکن وہاں ایک کے سوا ساری عورتیں سن رسیدہ بیوہ ہونے کے باوجود نہ تجدید بعد الموت کی اجازت ہے نہ تبدیل بعد الطلاق کی اور نہ ۹ پر کسی اضافے کی۔ غور سے دیکھئے رعایت اُمت کے لئے زیادہ ہے یا خود رسول کے لئے؛

یہ بتانے کے بعد کہ حضورؐ کے تعدد ازدواج میں ہوائے نفسانی کے غلبے کا کوئی شائبہ تک نہ تھا۔ اب ہم ان مصالح کا ذکر کریں گے جن کی وجہ سے حضور کو متعدد نکاح کرنے پڑے . . . . یہ مصالح ذاتی نہ تھے سراسر قومی و دینی تھے۔ ان کا افادی پہلو صرف اس قدر نہ تھا کہ کرنے میں بڑی فائدے تھے بلکہ اس کا دوسرا پہلو یہ بھی تھا کہ نہ کرنے میں بہت سی خرابیاں بھی پیدا ہوتی تھیں۔ ہم بڑی غلطی یہ کرتے ہیں کہ کسی اہم واقعے پر غور کرتے وقت اپنا ماحول پیش نظر رکھتے ہیں۔ حالانکہ ہر واقعے کو اس کے اپنے زمان و مکان اور اپنے احوال و ظروف کی SETTING میں رکھ کر دیکھنا چاہیئے۔ اب امہات المومنین کے مصالح عقد پر غور کیجئے۔

(۱) حضرت سودہؓ ان کا پہلا نکاح سکران بن عمرو بن عبدود سے ہوا تھا۔ یہ اپنے شوہر سے پہلے ایمان لے آئی تھیں اور ان ہی کی ترغیب سے ان کے شوہر بھی اسلام لے آئے۔ حضرت سودہؓ نے اپنے خاوند اور والدہ کے ساتھ حبشہ کو ہجرت کی تھی۔ ادھر سکران کا حبش میں اور ادھر حضرت خدیجہؓ کا مکے میں انتقال ہوا۔ اس وقت ان کی عمر بھی پچاس سال کی تھی اور حضور کی عمر بھی اتنی ہی تھی۔ حضور نے ان کی قربانیوں کا لحاظ کرتے ہوئے ان کے مصائب کو ختم کرنے کے لئے اپنے نکاح میں لے لیا۔ ہر ذی عقل سمجھ سکتا ہے کہ ایک پچاس سال کی ہم عمر اور بیوہ عورت سے یہ نکاح صرف سودہؓ اور ان کے خاندان کی قربانیوں۔ سبقت الی الاسلام اور ہجرت حبشہ وغیرہ — ہی سے تعلق رکھتا تھا۔ نفسانیت کا تو اس میں شائبہ بھی نہیں ہو سکتا۔ خود حضرت سودہؓ کا یہ حال تھا کہ انہوں نے صاف لفظوں میں فرما دیا کہ مجھے حضور کی کنیزی کا شرف بہت کافی ہے اس لئے میں اپنی باری عائشہ کو دیتی ہوں؛

(۲) حضرت عائشہؓ صدیقہ ۔ حضرت خدیجہؓ کی وفات کے بعد باوجود اس کے کہ پچاس سال کی بوڑھی حضرت سودہؓ سے نکاح کر لیا تھا لیکن خدیجہؓ کی جدائی سے حضور اکثر مغموم سے رہتے ۔ کیونکہ یہ بن میں حضور سے پندرہ سال بڑی ہونے کے باوجود اول مومنہ تھیں، زندگی بھر مالی ایثار کرتی رہیں اور ہر سرد و گرم کو جھیلتی رہیں ۔ ایسی رفیقۂ حیات کی جدائی سے حضور کا ملول ہونا قدرتی بات تھی ۔ حضرت صدیق اکبر نے اس کو بھانپ لیا اور اپنی لختِ جگر کو حضورؐ کی کنیزی میں دینے کی درخواست کی ۔ کیا حضور اس صدیق کی درخواست کو رد فرما سکتے تھے جس نے اسلام لانے میں سب سے پہلے قدم بڑھایا ۔ متعدد سعید روحوں کو اسلام کی رغبت دلائی اور ہر ہر قدم پر ایثار میں سب سے بڑھ کر حصہ لیا اور رفاقت میں ثانی اسلام و غار و بدر و قبر ثابت ہوا ؟

(۳) حفصہ بنتِ عمر بن الخطاب ۔ پہلا نکاح خنیس ابن حذافہ سہمی سے ہوا تھا ۔ شوہر کی وفات کے بعد حضرت عمر کو فطرۃً ان کے عقد ثانی کا خیال ہوا ۔ پہلے آپ نے حضرت ابوبکرؓ سے نکاح کر لینے کو کہا مگر آپ خاموش رہے ۔ پھر حضرت عثمان سے ذکر کیا ۔ اس وقت حضرت عثمان کی پہلی بیوی رقیہؓ بنت رسول اللہ قضا کر چکی تھیں، اس لئے حضرت عمرؓ کو خیال تھا کہ شاید یہ ضرور حفصہ سے رشتہ کر لیں گے ۔ لیکن حضرت عثمان نے ٹال دیا ۔ اس سے حضرت عمرؓ کو کچھ ملال ہوا اور حضور سے اس ملال کا ذکر کیا ۔ حضور نے ایک عجیب بلیغ جملہ فرمایا ۔ کہ یتزوج عثمان من ہو خیر من حفصہ و یتزوج حفصۃ من ہو خیر من عثمان ۔ یعنی عثمان کو حفصہ سے بہتر بیوی اور حفصہ کو عثمان سے بہتر شوہر ملے گا ۔ چنانچہ حضرت عثمان کا حضور نے اپنی دوسری دختر حضرت ام کلثوم سے نکاح کر دیا اور حضرت حفصہ کو اپنی زوجیت میں لے لیا ۔ اس کے بعد حضرت ابوبکر نے حضرت عمر سے فرمایا کہ جب تم نے حفصہ کا مجھ سے ذکر کیا تو میں خاموش رہا تھا ۔ جس سے شاید تمہیں کچھ خیال پیدا ہوا ہو ۔ لیکن بات یہ تھی کہ مجھے پہلے ہی حضور کے عندیے کا پتہ چل چکا تھا ۔ اس لئے میں خاموش رہا کہ جب تک حضور صاف لفظوں میں انکار یا اقرار نہ فرمالیں ۔ میں بھی اقرار یا انکار نہ کروں ... حضرت حفصہؓ بھی اپنے والد بزرگوار کی طرح کچھ تیز مزاج سی تھیں اور حضرت عثمان نے غالباً اسی وجہ سے ان سے نکاح کرنا پسند نہ کیا ہوگا ۔ بہرکیف حالات یہ تھے کہ حضرت حفصہؓ کو کوئی معقول رشتہ نہ ملتا تھا اور باپ کو فطرتاً اس کی فکر تھی ۔ باپ بھی ایسا جو زندگی بھر اسلام کی راہ میں ہر ایثار کے لئے وقف رہا ۔ اس کی دلداری کا اس سے بہتر اور کیا سامان ہو سکتا تھا جو حضور نے کر دیا ؟

(۴) حضرت زینب بنتِ خزیمہ ۔ ان کا پہلا نکاح طفیل بن حارث بن عبدالمطلب سے، دوسرا عبیدہ بن حارث بن عبدالمطلب سے اور تیسرا نکاح عبداللہ بن جحش سے ہوا تھا ۔ یہ عبداللہ بن جحش ام المومنین زینب بنتِ جحش (جن کا ذکر آگے آئے گا) کے بھائی اور حضور کے پھوپھی زاد بھائی ہیں ۔ یہ غزوہ احد میں شہید ہو گئے تو حضورؐ نے نہ

فقط قرابت کا لحاظ فرمایا بلکہ شہادت احد سے پیدا ہونے والی ملی پیچیدگی کو دور فرمانے کے لئے ان سے نکاح فرما لیا۔ یہ دراصل قدردانی (APPRECIATION) تھی ان جاں نثاروں کی قربانیوں کی تاکہ راہ خدا میں جان دینے والوں کے اہل و عیال بے سہارا نہ رہیں اور دوسروں کو بھی اس نوع کی قدردانی کی ترغیب ہو یہ فقط تین ماہ زندہ رہیں۔

(۵) حضرت اُم سلمیٰ۔ ان کا پہلا نکاح ابوسلمہ سے ہوا تھا۔ یہ حضور کے رضاعی بھائی ہیں اور گیارھویں مسلمان ہیں۔ انہوں نے ہجرت حبشہ بھی کی تھی اور پھر مکے واپس آکر ہجرت مدینہ سے بھی سرفراز ہوئے۔ جب یہ ہجرت مدینہ کے لئے روانہ ہوئے تو اُن کے بچے سلمہ کو اُن کے خاندان والوں نے اور اُن کی بیوی ام سلمہ کو ام سلمہ کے خاندان والوں نے یہ کہہ کر چھین لیا کہ تم جہاں چاہو جاؤ مگر ہم اپنے خاندان کے کسی فرد کو تمہارے ساتھ نہ جانے دیں گے۔ ابوسلمہ نے اس کے باوجود عزم ہجرت کو پورا کیا۔ ام سلمہ ہر روز شام کو اس مقام پہ آکر رویا کرتی تھیں جہاں ان کے شوہر سے ان کو چھینا گیا تھا۔ ایک سال تک وہ اسی طرح رویا کیں مگر ترک اسلام کا کبھی خیال بھی نہ آیا۔ آخر سنگدلوں کے دل بھی پسیج گئے اور وہ بھی مدینے پہنچ گئیں۔ ان کے شوہر ابوسلمہؓ بدری ہیں اور غزوۂ اُحد میں بھی شریک ہوئے۔ جہاں زخمی ہوئے اور جاں بر نہ ہو سکے وفات کے وقت انہوں نے دعا کی کہ اللّٰھم اخلفنی فی اھلی بخیر (خداوندا میرے کنبے کی اچھی طرح نگہداشت فرما) دو خورد سال لڑکے عمرو اور سلمہ چھوڑے اور دو لڑکیاں زینب اور درہ۔ غور کیجئے رضاعی بھائی ہے جس نے سبقت الی الاسلام بھی کی اور حبشہ و مدینہ دونوں کی ہجرتوں سے بھی سرفراز ہوا، ہجرت مدینہ کے وقت کڑی آزمائشوں میں پڑا اور کھرا اترا، وہ چار بچے چھوڑ کر مرتا ہے اور بیوی اُم سلمہ کی قربانیاں بھی کم نہیں۔ ابوسلمہ اور اُم سلمہ کی ان قربانیوں کا کیا صلہ ہونا چاہیئے تھا اور معصوم بچوں کی کفالت کی کیا شکل پیدا کرنی چاہیئے تھی۔ جس کے لئے ابوسلمہ نے مرتے وقت دعا بھی کی تھی؟ انہی اہم سوالوں کا جواب تھا ام سلمہ کا ام المومنین بن جانا۔

(۶) حضرت زینب بنت جحش۔ یہ حضور کی پھوپھی زاد بہن تھیں۔ ان کا پہلا نکاح زید بن حارثہ کے ساتھ حضور نے خود کر لیا تھا تاکہ زید کے ساتھ مصنوعی غلامی کی جو حقارت بلاوجہ وابستہ ہے وہ ختم ہو جائے اور ساتھ ہی خاندانی تفاخر کا بھی خاتمہ ہو جائے۔ زید کا پہلا نکاح ایک حبشی الاصل خاتون حضرت ام ایمن سے ہوا تھا جو زید سے دو چند بڑی تھیں۔ ان دونوں کی زندگی خوشگواری کے ساتھ ساتھ گزری لیکن زینب بنت جحش زید کے ساتھ نہ نباہ سکیں۔ نوبت طلاق تک پہنچ گئی۔ حضور اگر زینب سے خود نکاح فرمانا چاہتے تو ہزار دل جان سے زینب اسے منظور فرما لیتیں اور حضور کنوارپنے ہی میں ان سے نکاح فرما لیتے۔ لیکن حضور تو صرف غلام و آقا کی اونچ نیچ

کے فرق کو مٹانا چاہتے تھے۔ اس لئے زید سے زینب کو بیاہ دیا لیکن طلاق کی نوبت آنے کے بعد زینب کے ٹوٹے ہوئے دل کو کس طرح جوڑا جا سکتا تھا؟ اور اس سے زیادہ اہم ایک اور چیز بھی سامنے آ گئی۔ عرب کے دستور کے مطابق منہ بولا بیٹا حقیقی فرزند کی طرح حقوق رکھتا تھا۔ وہ وارث بھی ہوتا تھا اور اس کی بیوی حقیقی بہو کی طرح باپ پر حرام سمجھی جاتی تھی۔ حضور کو جہاں زینب کی طلاقی تحقیر کو عزت سے بدل کر اشک شوئی کرنی تھی وہاں ہمیشہ کے لئے ایک قانون بھی دینا تھا کہ منہ بولا فرزند کا رشتہ حقیقی فرزند جیسا نہیں ہوتا جو اس کی بیوی منہ بولے باپ پر حرام ہو جائے۔ یہ معاملہ اتنا اہم تھا کہ ازواج مطہرات میں صرف زینب ہی ایسی عورت ہیں جنکے لئے قرآن میں خود جنکحا (ہم نے ان کو تم سے بیاہا ہے) کا لفظ آیا ہے اور تنہا زید ہی ایک ایسے صحابی ہیں جن کا نام بھی قرآن میں آیا ہے۔ اس بے معنی رسم تبنیت اور اس پر مصنوعی تعمیر قرابت وراثت وغیرہ کو توڑنے کے لئے ایک زبردست عملی نمونے کی ضرورت تھی اور یہی ضرورت نکاح زینب کا باعث ہوئی۔ ورنہ اگر صرف زینب کی چاہت ہوتی تو نکاح زید سے پہلے ہی اس سے کون سی چیز روک سکتی تھی؟

(۷) حضرت جویریہؓ بنت الحارث۔ یہ بنو خزیمہ یعنی بنو مصطلق کے خاندان سے تھیں۔ یہ غزوۂ مریسیع یعنی غزوۂ مصطلق میں اسیر ہو کر آئی تھیں اور ثابت بن قیس بن شماس کے حصے میں آئیں۔ ان کا پہلا نکاح ایک مصطلقی فرد مسافع بن صفوان سے ہوا تھا۔ ثابت سے انہوں نے رہا کر دینے کی درخواست کی مگر انہوں نے زر فدیہ طلب کیا۔ یہ حضور کے پاس آئیں اور مدارج النبوۃ کی روایت کے مطابق اسلام بھی لے آئیں اور حضور سے عرض کیا کہ میں سردار قوم حارث بن ابی کی بیٹی ہوں لہٰذا مجھ سے بہتر سلوک کیا جاتے۔ حضور نے فرمایا کہ کیا یہ بہتر سلوک نہ ہوگا کہ میں تمہاری طرف سے زر فدیہ دے کر آزاد بھی کر دوں اور تم کو اپنی زوجیت میں لے لوں؟ حضرت جویریہؓ نے اسے بخوشی منظور کر لیا۔ یہ بھنک پہنچتے ہی تمام لوگوں نے یہ فیصلہ کر لیا کہ اگر جویریہ کو ام المومنین بننے کا شرف حاصل ہوا تو ہم رسول اللہ صلعم کے اصہار (سسرالی رشتہ داروں) کو بطور اسیر نہیں رکھیں گے۔ بنو مصطلق کے قیدی چھ سو کی تعداد میں تھے۔ جن میں سینکڑوں جویریہؓ کے رشتے دار تھے۔ یہاں یہ نکتہ قابل غور ہے کہ اگر حضور ان سے نکاح کے خواہشمند ہوتے تو ثابت بن قیس کے حصے میں ان کو دینے کی بجائے خود ہی اپنے حصے میں لے سکتے تھے۔ لیکن اب معاملے میں پیچیدگی یوں پیدا ہو گئی کہ اگر ان کو زر فدیہ دے کر آزاد کر دیا جاتا ہے تو یہ "تنہا" آزاد ہو کر گھر چلی جاتی ہیں۔ لیکن اگر حضور سے نکاح ہو جاتا ہے تو از خود ان کے سینکڑوں رشتے دار اور ساتھ ہی دوسرے قیدی (جن کو ملا کر چھ سو قیدیوں کی تعداد ہوتی ہے) ایک لحظے میں آزادی کی سانس لیتے ہوئے گھروں کو واپس ہو جاتے ہیں۔ خود سوچئے کہ انسانیت اور اس کی اقدار کی محافظت کا ایسے موقع پر کیا تقاضا ہونا چاہیئے تھا؟ یہ نکاح انسانیت کے لئے اتنا بابرکت تھا کہ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ۔

ما رأینا امرأۃ کانت اعظم برکۃ علی قومھا منھا (رواہ ابوداؤد)

(اپنی قوم کے لئے جویریہؓ جیسی بابرکت عورت ہم نے کوئی نہیں دیکھی)

(۸) ام حبیبہؓ - یہ ابوسفیان بن حرب کی صاحبزادی ہیں - باپ آخری وقت تک حضور کی دشمنی کرتا رہا - مگر یہ مومنہ تھیں اور اپنے پہلے شوہر عبیداللہ بن جحش کے ساتھ حبشہ کو ہجرت کر گئیں - عبیداللہ دائم الخمر تھا اور عیسائیوں کی صحبت میں عیسائی ہو گیا - ایک عورت جو محض اسلام کی خاطر خویش و اقارب اور وطن کو چھوڑ کر حبشہ آئی تھی - ارتداد شوہر کی وجہ سے بے سہارا ہو گئی مگر ترکِ اسلام کا خیال ایک لحظے کے لئے بھی اس کے دل میں نہیں آیا - اس غریب الدیار کی ان قربانیوں اور استقامت علی الدین کا اسے کیا صلہ ملنا چاہیئے تھا؟ حضور نے اسی خیال سے عمرو بن امیہ ضمری کو بھیجا اور شاہ حبشہ نے ایک باندی کو بھیج کر حضور کا پیغام دیا - ام حبیبہ نے مارے خوشی کے اپنے سارے زیور جو اس وقت زیب تن تھے اتار کر اس باندی کو انعام میں دے دیئے - اب اس سے اس مسرت کا اندازہ کرنا دشوار نہیں جو انہیں ارتداد شوہر کے صدمے کے بعد بطور تلافی حاصل ہوئی ہوگی -

ان کے ایمان اور ادبِ رسول کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ جب ان کا باپ ابوسفیان تجدید معاہدۂ حدیبیہ کے لئے مدینے آیا تو اسے آتا دیکھ کر ام حبیبہؓ نے رسول اللہ کا بستر لپیٹ کر الگ رکھ دیا - ابوسفیان نے پوچھا کہ تو مجھ کو بستر سے دور رکھنا چاہتی ہے یا مجھ سے بستر کو؟ ام حبیبہؓ نے جواب دیا کہ تو ابھی مشرک ہے اور تو اس قابل نہیں کہ رسول اللہ کے بستر پر بیٹھ سکے -

(۹) حضرت صفیہؓ - ان کا پہلا نکاح سلام بن مشکم سے اور دوسرا کنانہ بن ابی الحقیق سے ہوا تھا - کنانہ غزوۂ خیبر میں مارا گیا تھا اور صفیہؓ بطور اسیر آئی تھیں اور دحیۂ کلبی کی درخواست پر ان کو دینے کا ارادہ فرمایا - اس پر لوگوں نے چہ میگوئیاں کیں کہ یہ ایک بڑے یہودی سردار حیی بن اخطب کی بیٹی ہیں جو بنو قریظہ اور بنو نضیر دونوں کا سردار تھا، لہٰذا اسے کسی بڑے سردار ہی کے پاس جانا چاہیئے اور حضور سے بڑا سردار کون ہو سکتا ہے - اس پر حضور نے صفیہ کو پہلے آزاد کر دیا - اس کے بعد ام المومنین ہونے کا شرف بخشا،

اس دو شوہروں کو دیکھنے والی عورت کو اگر حضور پہلے ہی لینا چاہتے تو دحیۂ کلبی کے حوالے کرنے کا ارادہ بھی نہ فرماتے - لیکن بات یہ تھی ایک اسیرہ جو ایک سردار کی بیٹی بھی ہے اور اس کا شوہر ابھی جنگ میں مارا بھی گیا ہے کے احترام کو باقی رکھتے ہوئے اس کے ٹوٹے ہوئے دل کا اور کوئی سہارا اس کے سوا نہ تھا کہ وہ ام المومنین بننے کا ابدی شرف حاصل کریں - پھر دیکھئے حضورؐ نے انہیں پہلے آزاد فرما دیا - جس کے بعد وہ مختار تھیں کہ خواہ حضورؐ کے پیام نکاح کو قبول کریں یا نہ کریں - اس کے بعد ان کا پیغام نکاح کو بخوشی قبول کر لینے کا مطلب اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے - حضورؐ سے بہتر اور کوئی پناہ گاہ ان کی نظروں میں نہ تھی -

(۱۱) حضرت میمونہؓ یہ عبداللہ بن عباس اور خالد بن ولید کی خالہ ہیں۔ اسماء بنت عمیس (جو یکے بعد دیگرے جعفر طیار، ابوبکر صدیق اور علی مرتضٰے کی بیوی رہیں) ان کی اخیافی بہن ہیں۔ نیز حضرت حمزہ کی بیوی سلمٰی بنت عمیس اور ام المومنین زینب بنت خزیمہ کی بھی اخیافی بہن ہیں ——— میمونہ کا پہلا نکاح حویطب بن عبدالعزٰی سے اور دوسرا ابورہم بن عبدالعزٰی سے ہوا۔ یہ دوسرے نکاح کے بعد جب بیوہ ہو گئیں تو حضرت عباس بن عبدالمطلب نے ان کی بیکسی کا ذکر فرمایا اور حضور نے ان سے نکاح فرما لیا۔

نتیجہ ان تمام نکاحوں پر ایک غائرانہ نظر ڈالنے تو بات صاف ہو جائے گی کہ:۔

(۱) ان میں سے ایک کے سوا ساری عورتیں وہ ہیں جن کا ایک یا دو یا تین نکاح پہلے ہو چکے تھے۔

(۲) یہ نکاح اس لئے کئے گئے کہ ان عورتوں یا ان کے رشتے داروں کی قربانیاں فراموش نہیں کی جا سکتی تھیں۔

(۳) یا اس لئے کہ ان کا روحانی سہارا حضور سے بہتر اور کوئی نہیں ہو سکتا تھا،

(۴) یا اس لئے کہ ان کی اور ان کی اولاد کی معاشی کفالت کا سامان کرنا تھا۔

(۵) یا اس لئے کہ ان کا خاندانی احترام باقی رکھنا مقصود تھا۔

دیگر مصالح لیکن بات یہیں نہیں ختم ہو جاتی۔ مصالح اور بھی ہیں جن میں ایک حصہ متاہل لوگوں کے لئے درسِ معاشرت کا ہے اور دوسرا حصہ قیمتی نتائج کا حامل ہے۔ پہلے ان شاندار نتائج کو دیکھئے جو ان نکاحوں کے بعد ظاہر ہوئے۔ ان میں چند خصوصیت سے قابل ذکر ہیں:۔

(۱) **توسیعِ دین** ازدواج کے بعد اصہار یعنی سسرالی رشتے داروں سے حسن تعلقات و ہمدردی کا پیدا ہونا ایک قدرتی بات ہے اور اس سے بڑے بڑے فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ حضور کے ان نکاحوں سے یہ فائدہ حاصل ہوا، کہ مختلف قبائل سے راہ و رسم پیدا ہو گئی اور ان کے قریب ہو جانے سے وہ تمام غلط فہمیاں دور ہو گئیں جو دشمنوں کے جھوٹے پروپیگنڈے سے یا کھنچے کھنچے رہنے سے پیدا ہو گئی تھیں اس طرح نظام حق کی اشاعت و توسیع کے لئے مختصر مدت میں زمین ہموار ہو گئی۔ حضور کی کوئی دو زوجہ بھی ایک خاندان کی نہ تھیں۔ حضرت اُم حبیبہؓ بنت ابی سفیان بنو امیہ سے ہیں اور نسباً سب سے قریب۔ حضرت میمونہ بنت حارث بنو ہلال سے ہیں اور نسب میں سب سے زیادہ دور۔ حضرت خدیجہ بنت خویلد بنو اسد بن عبدالعزٰی سے ہیں، حضرت سودہ بنت زمعہ بنی عامر سے ہیں، حضرت عائشہ بنت ابی بکر بنی تیم سے ہیں، حضرت حفصہؓ بنت عمر بنی عدی سے ہیں۔ حضرت زینب بنت جحش بنی اسد سے ہیں۔ حضرت ام سلمہ بنت ابی امیہ بنی مخزوم سے ہیں، حضرت جویریہ بنت حارث بنی مصطلق سے ہیں، حضرت صفیہ بنت حیی خاندان سیدنا ہارون سے ہیں اور حضرت زینب بنت خزیمہ بنی ہلال ہیں۔ عرب کی قبائلیت اور اس کے مؤثرات سے جو لوگ واقف ہیں ان کے لئے یہ سمجھنا مشکل نہیں کہ عرب کے مختلف قبائل اور ان کی شاخوں سے خوشگوار صہری تعلقات قائم ہونے کے بعد ملنے جلنے

کہ کس قدر مواقع پیدا ہوئے ہوں گے اور ان صہری تعلقات کی وجہ سے کم سے کم مدت میں نظام حق کی توسیع میں کتنی مدد ملی ہو گی۔

(۲) اصلاح و قیام امن

اسی کا نتیجہ تھا کہ اُم المؤمنین حضرت اُم حبیبہؓ بنتِ ابی سفیان کے ازدواج ۶ھ کے بعد ابوسفیان کی مخالفت ڈھیل پڑ گئی اور کچھ دنوں کے بعد یہ اور ان کے دونوں فرزند معاویہ و یزید ایمان لے آئے۔ اُم المؤمنین حضرت جویریہؓ بنتِ حارث کے نکاح ۵ھ کے بعد حارث اور ان کا سارا خاندان مصطلق پیشۂ رہزنی سے تائب ہو کر حلقہ بگوش اسلام ہو گیا۔ اُم المؤمنین حضرت صفیہ بنتِ حُیَی ہارونیہ کے ازدواج ۷ھ کے بعد یہود نے پھر کبھی سازش میں حصّہ نہ لیا۔ اُم المؤمنین حضرت میمونہ بنتِ حارث کے نکاح ۷ھ کے بعد نجد کے سارے فتنے ختم ہو گئے۔ غرض جس قبیلے یا ملک کی عورت آئی وہاں کے فتنے سلامتی سے۔ وہاں کا افتراق اتحاد و اتفاق سے اور وہاں کی بدامنیاں امن سے بدل گئیں کون ہے جو ان خوشگوار نتائج امن و اصلاح کو دیکھتے ہوئے ان نکاحوں کی اہمیت سے انکار کر سکتا ہے؟

(۳) آدھی دنیا کی تعلیم

ان ازواج مطہرات کے ذریعے جس کے سبب بڑے مقصد کی تکمیل ہوئی وہ نصف انسانی دنیا کی تعلیم ہے۔ قرآن نے اصولی طور پر عورتوں کے ضروری مسائل بتا دیئے ہیں لیکن بے شمار جزئیات ایسے ہیں جن کی تشریح حضور کو فرمانی پڑی۔ تعلیم نسواں کا یہی انداز بہتر ہو سکتا تھا اور ہوا کہ امہات مومنین نے حضور سے وہ مسائل معلوم کئے اور ان سے دوسری عورتوں نے حاصل کئے۔ نسائی مسائل کی بہت سی گتھیوں کو سلجھانے میں ازواج مطہرات کا غیر معمولی دخل ہے اور ان ہی سے ایسے بہتیرے مسائل مروی ہیں۔

نصف دین کی تکمیل

اب ایک دشواری پر بھی نظر ڈالئے۔ ایک طرف حضور کی حیا کا یہ عالم ہے کہ روایتوں میں ہے کہ حضور کنواری پردہ نشین سے بھی زیادہ باحیا تھے۔ نیز حضور کا ارشاد ہے کہ الحیاء شعبۃ من الایمان (شرم و حیا ایمان کا ایک حصّہ ہے) روایتوں میں ہے کہ نبوت سے بہت پہلے حضور ایک بار محض بے ستری کے خوف سے بے ہوش ہو کر گر پڑے تھے۔ یہ بھی روایت ہے کہ حیائے نبوی حرم سرا کے اندر بھی کبھی بے نقاب نہ ہوئی۔ کیا اس قدر غیر معمولی حیا کے ہوتے ہوئے حضور سے یہ توقع ہو سکتی تھی کہ برسر منبر حضور ان مسائل کو کھول کھول کر بیان فرماتے ہوں گے کہ جن کو پڑھاتے ہوئے آج بھی طلبا و مدرسین آنکھیں نیچی کر لیتے ہیں؛ یہ طہارت و نجاست کے مسائل ہیں، حیض و نفاس کے دقائق ہیں۔ آداب مواصلت کی پابندیاں ہیں، اشکست صوم و صلوٰۃ کی نزاکتیں ہیں۔ جن کا جاننا زن و مرد کے لئے ضروری ہے۔ ایک طرف ان مسائل کا علم ضروری اور دوسری طرف ان کے اظہار سے حیا مانع۔ اس پیچیدگی کا حل اس سے بہتر اور کیا ہو سکتا تھا کہ ازواج مطہرات کے ذریعے عورتوں کو اور ان عورتوں کے وسیلے سے مردوں کو مسائل ضروریہ کی تعلیم حاصل ہو۔ بلاشبہ حرم سرائے نبوت کے اندر بھی حضور کی حیا اسی طرح پردہ حجاب میں رہتی تھی۔ لیکن بہر حال اپنی

بیویوں سے حیا مانع مسائل کا اظہار مشکل نہ تھا۔ آدھے معمورۂ عالم اور نصف دنیا کی تعلیم اور نصف دین کی تکمیل کی اس سے بہتر کیا شکل ہو سکتی تھی ؟ واقعات شاہد ہیں کہ عبداللہ بن عباس کی فقاہت، علی مرتضیٰ کی دقیقہ رسی، صدیق و فاروق کی عقدہ کشائی جن مسائل میں آکر اٹک جاتی تھی۔ وہاں ان کی گرہ کشائی کے لئے بعض ازواج النبی ہی کی طرف رجوع کرنا پڑتا تھا۔ کیونکہ خلوت گاہ نبوت کا راز دار امہات مومنین کے سوا کوئی دوسرا نہ تھا۔ شمع نبوت کے پروانے جلوت کی زندگی سے واقف تھے اور امہات مومنین حقائق خلوت کی بھی راز دار تھیں۔ ہم تو یہاں تک دیکھتے ہیں کہ بعض امہات تفسیر و فقہ کے دقائق و حقائق بھی ان واقفین اسرار جلوت کو بتاتی ہیں ظاہر ہے کہ نصف دین کی تکمیل اور دنیا کی آدھی آبادی کی تعلیم کا یہ عظیم الشان کام ایک دو عورتوں سے نہیں چل سکتا تھا۔

صرف نو کی تعداد کو دیکھ کر جس کا جی چاہے شبہات پیدا کرے۔ لیکن اس کا یہ روشن و صحاف پہلو ایسا ہے جس کی طرف سے آنکھیں بند نہیں کی جا سکتیں۔ کیا دنیا میں کوئی ایسا مصلح بھی گذرا ہے جس نے اپنی بیویوں کو معلمات امت، مبلغات دین، معلمات مسائل اور مدرسات فقہ بنا کر پیش کیا ہو اور نصف دین کی تکمیل ان ہی کے ذریعے کرائی ہو ؟

ذرا ان روایات کے اعداد و شمار کو دیکھئے جو ازواج مطہرات سے مروی ہیں، حضرت عائشہؓ سے دو ہزار دو سو دس[۲۲۱۰] روایات مروی ہیں۔ حضرت ام سلمہ سے تین سو اٹھتر[۳۷۸]، حضرت میمونہؓ سے چھہتر[۷۶]، حضرت ام حبیبہؓ سے پینسٹھ[۶۵]۔ حضرت حفصہؓ سے ساٹھ۔ حضرت صفیہؓ سے دس اور حضرت سودہ سے پانچ روایتیں مروی ہیں۔ یہ صرف وہ روایات ہیں۔ جو ہم تک پہنچ سکی ہیں۔ نہ پہنچ سکنے والی روایات کے شمار کا اللہ کو علم ہے۔ پھر زینب بنت جحش کی مرویات اس فہرست میں موجود نہیں، ہے حالانکہ ۵ھ میں ان کو شرف زوجیت حاصل ہوا اور سنہ ۲۰ھ تک زندہ رہیں۔ ابطال تبنیت سے متعلق جتنے مسائل ہیں جو سلسلۂ واقعۂ زید بن حارثہ ظہور میں آئے ان سب کا تعلق ان ہی زینب بنت جحش سے ہے۔ قرآن میں اس واقعے کا صراحۃً ذکر ہے۔ پھر ان سے کسی روایت کا نہ ہونا مشکل سے سمجھ میں آ سکتا ہے۔ یقیناً دیگر امہات مومنین کی طرح ان سے بھی صحابہ و صحابیات نے بہت کچھ سیکھا ہوگا۔ بہرحال یہ فہرست صرف ان ہی روایات کی ہے جو ہم تک پہنچ سکی ہیں۔ ان کے علاوہ اور معلوم نہیں کتنی روایتیں ہوں گی جو ہم تک نہ پہنچ سکیں ام المومنین زینب بنت خزیمہ تو صرف تین ماہ زندہ رہیں اور حضرت خدیجہؓ روایات کے دور سے پہلے ہی رحلت فرما چکی تھیں اس لئے ان دو کی سے روایات کا نہ ہونا تو سمجھ میں آتا ہے لیکن زینب بنت جحش سے کسی روایت کا نہ ہونا قابل غور ہے۔

بہرکیف کہنا یہ ہے کہ ان روایات میں بے شمار نسائی مسائل بھی ہیں اور بلاشبہ شطر دنیا کی تعلیم اور نصف دین کی تکمیل کا بوجھ ان ہی امہات مومنین کی گردن پر تھا جس کا اٹھانا ایک دو کے بس کی بات نہ تھی۔

اب دوسری نوع کے مصالح پر غور کیجئے۔

حسن معاشرت کا درس حضور کی سیرت کی سب سے زیادہ نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ آپ کی زندگی سراپا عمل ہے

محض وعظ و نصائح نہیں بلکہ حضور کی زندگی ہے ہر کہ ومہ، ہر شاہ و گدا، ہر اسود و احمر، ہر عربی و عجمی اور ہر جماعت و فرد یکساں طور پر اپنی زندگی کے لئے نمونۂ عمل حاصل کر سکتا ہے۔ معاشرے کے لئے سب سے پہلا سنگِ بنیاد ازدواجی زندگی ہے۔ جس مصلح میں تاہل اور ازدواجی زندگی کا نمونہ نہ ہو وہ کامل لیڈر نہیں بن سکتا۔ عیسائی اپنی اس کمزوری کو محسوس کرنے پر مجبور ہیں۔ کیونکہ سیدنا مسیح علیہ السلام کی زندگی میں ایک متاہل کے لئے کوئی عملی نمونہ موجود نہیں۔ نہ انہوں نے شادی بیاہ کیا نہ اپنا کوئی گھر بنایا۔ عیسائیوں کو اس خلا کو پر کرنے اور اسی کمزوری کو چھپانے کی صرف یہی تدبیر نظر آئی کہ حضور کے تعدد نکاح پر ——— تمام مصالح کی طرف سے آنکھیں بند کر کے صرف تعدد پر ——— اعتراضات اور حملے کئے جائیں۔ ان سے پوچھئے کہ اگر نسل انسانی کا خاتمہ مقصود نہ ہو تو نمونہ کس کی زندگی ہے؟ بے زوج انسان کی یا متعدد ازواج رکھنے والے کی؟ پھر ان سے یہ بھی دریافت کیجئے کہ تم ان انبیا کے متعلق کیا کہتے ہو جنہوں نے ایک سے زیادہ نکاح کئے؛ ذرا ملاحظہ ہو:

سیدنا ابراہیم کی تین بیویاں تھیں۔ ہاجرہ۔ سارہ اور قتورہ (پیدائش ۱۶:۲۴، ۱۸، ۱۵: ۲۵، ۱)

سیدنا یعقوب کی چار بیویاں تھیں۔ لیاہ۔ زلفہ، راخل اور بلہاہ (پیدائش ۲۹: ۲۳، ۲۴، ۲۸، ۲۹)

سیدنا موسیٰ کی بھی چار بیویاں تھیں، صفورہ، حبشیہ، قینی اور بنت حباب (خروج ۲: ۲۱، قاضیوں ۱: ۱۶، ۴: ۱۱)

ان چار کے علاوہ بھی حضرت موسیٰ کے متعلق "خداوند آن کے خدا" کا فرمان سنیئے:

جب تو اپنے دشمنوں سے جنگ کرنے کو نکلے اور خداوند تیرا خدا ان کو تیرے ہاتھ میں کر دے اور تو ان کو اسیر کر لائے ۵ اور ان اسیروں میں کسی خوبصورت عورت کو دیکھ کر تو اس پر فریفتہ ہو جائے اور اس کو بیاہ لینا چاہے ۵ تو تو اسے اپنے گھر لے آنا اور وہ اپنا سر منڈائے اور اپنے ناخن ترشوائے ۵ اور اپنی اسیری کا لباس اتار کر تیرے گھر میں رہے اور ایک مہینے تک اپنے ماں باپ کے لئے ماتم کرے۔ اس کے بعد تو اس کے پاس جا کر اس کا شوہر ہونا اور وہ تیری بیوی بنے ۵ (استثنا ۲۱: ۱۰ تا ۱۳)

سیدنا داؤد کی نو بیویوں کے نام تو سیموئیل ۱ ۱۸: ۲۷ اور سیموئیل ۲ ۳: ۲ تا ۵ اور ۱۱: ۲۶ وغیرہ میں ہیں ان کے علاوہ دس اور حرموں اور جوروں کا ذکر سموئیل ۲ ۵: ۱۳ میں ہے۔

سیدنا سلیمان کے متعلق بھی کچھ سن لیجئے:

اس کے پاس سات سو شاہزادیاں اس کی بیویاں اور تین سو حرمیں تھیں (سلاطین ۱ ۱۱: ۳)

دوسرے غیر مسلم

اسی طرح بدھسٹوں سے دریافت کیجئے کہ ایک متاہل اور صاحب اہل و عیال انسان کے لئے مہاتما بدھ کی زندگی اسوہ و نمونہ بن سکتی ہے جن کو بال بچوں میں رہ کر تلاش حقیقت [illegible]

اور جنہوں نے آخرکار اپنی بیوی اور بچے پر ایک آخری حسرت بھری نگاہ ڈال کر جنگل کی راہ لی ؟

یونہی ہندو سے بھی سوال کیجئے کہ کیا بال بچوں والے انسان کے لئے رام چندر جی مہاراج کی زندگی نمونہ بن سکتی ہے۔ جنہوں نے چودہ! سال بن میں ساتھ دینے والی وفادار بیوی کو جدا کر دیا ؛ ان سے یہ بھی پوچھئے کہ وہ راجہ دسرتھ کے متعلق کیا کہتے ہیں جن کی تین بیویاں تھیں ؛ پٹ رانی کوشلیا۔ رانی ست مہتری اور رانی کیکئی اور ان کا کیا خیال ہے سری کرشن جی کی بابت جن کی گوپیوں کی تعداد وہم و خیال سے بھی زیادہ بتائی جاتی ہے ؟

ہم امید کرتے ہیں کہ یہود ہوں یا عیسائی یا ہندو، اگر انہیں اپنے بزرگوں کے تعدد ازدواج پر کوئی اعتراض نہیں تو ایک ایسے پیغمبر کے احترام کو بھی قائم رکھیں گے جس کے ساتھ نکاحوں کے بے شمار انسانی مصالح وابستہ ہیں اور جس کے خوشگوار نتائج سے کوئی انصاف پسند آنکھیں بند نہیں کر سکتا۔ ان کی تشریح کچھ اوپر گذر چکی ہے اور باقی کا ذکر آگے آتا ہے۔

حسن معاشرت کا سبق

اوپر ہم نے ذکر کیا ہے کہ حضور کی زندگی جہاں ہر شعبہ حیات کے لئے زندہ نمونہ ہے وہاں ازدواجی زندگی رکھنے والوں کے لئے بھی حسن معاشرت کا اعلےٰ اسوہ ہے اور چونکہ تاہل کی زندگی ہی معاشرے کا پہلا سنگ بنیاد ہے اس لئے کوئی ایسا شخص دُنیا کا کامل لیڈر نہیں ہو سکتا جس کی زندگی اس خاص شعبۂ حیات میں بھی اعلیٰ نمونہ نہ رکھتی ہو۔ حضور کا اسی سلسلے میں ایک دوسرا کمال دیکھئے کہ کن کن جہتوں سے حضور کی زندگی تمام انسانوں کے لئے واحد نمونہ ہے ایک عفاف پسند مجرد انسان کے لئے حضور کی زندگی نمونہ ہے کہ عرب جیسے بے لگام ملک میں پچیس سال تک کمال عفت و عصمت کی زندگی گزارتے ہیں پھر اپنی اولین ازدواجی زندگی ایک بیوہ صاحب اولاد اور اپنے سے پندرہ سال بڑی عورت (خدیجہ رض) کے ساتھ پچاس کی عمر تک گذارتے ہیں اور اس دوران میں اعلےٰ سے اعلےٰ پیشکش کے باوجود کسی دوسری عورت کی طرف رُخ بھی نہیں فرماتے۔ اس ایک رفیقۂ زندگی کے ساتھ حسن سلوک اور حسن معاشرت کا اندازہ اس سے کر لیجئے کہ ساری عمر میں کبھی کوئی تلخی نہیں پیدا ہوئی۔ بیوی نہ فقط قربان ہوتی رہی بلکہ حیرت یہ ہے کہ اس فلک نیلگوں کی چھت کے نیچے اور اس زمین کی پشت پر سب سے پہلے جو ہستی حضور کی نبوت پر ایمان لاتی ہے وہ یہی خدیجہ ہے۔ بیوی اپنے شوہر کے تمام راز ہائے درون پردہ سے واقف ہوتی ہے اس کی نگاہوں سے شوہر کا کوئی عیب و ہنر پوشیدہ نہیں ہوتا۔ نبوت تو بڑی چیز ہے وہ تو معمولی ولایت کی بھی کبھی قائل نہیں ہوتی۔ کردار یا معاشرت کی معمولی سے معمولی کمزوری بھی ہو تو کسی دعوے کے جواب میں عورت دھجیاں بکھیر کر رکھ دیتی لیکن خدا نگاہ ہو جنون سے دیکھئے خدیجہ دو شوہروں کو پہلے بھی دیکھ چکی ہیں اور اب پندرہ سال مسلسل حضور کی ایک ایک ادا کا تجربہ کر چکی ہیں۔ زندگی کے ایک ایک گوشے میں حضور کو پرکھ چکی ہیں۔ کتنا بلند کردار رکھنے والا اور کیسے عظیم النظیر حسن معاشرت کا مالک ہوگا۔ وہ انسان جس کے متعلق خدیجہ صرف انسانیت کی قائل نہیں ہوتی بلکہ نبوت پر ایمان لے آتی ہے اور اپنی عمر کے بقیہ دس سال اس طرح ساتھ دیتی ہے کہ جان و مال سب کچھ قربان کر دیتی ہے۔ ہر امتحان میں کھری اترتی

ہر خطرے کا مقابلہ کرتی ہے اور ایمان میں ایک لمحے کے لئے بھی کبھی تنزلزل نہیں آیا کیا یہ حسنِ معاشرت انسان کا آخری کمال نہیں ؟ اور کیا ازدواجی زندگی کے لئے یہ سب سے اعلےٰ نمونہ نہیں ؟

پھر اس کے بعد دوسرا نمونہ یہ ہے کہ پیغمبر اس اعلیٰ رفیقۂ زندگی کی رحلت کے بعد نکاح کرتا ہے تو بالکل اپنی ہم عمر پچاس سال کی سودہؓ سے ۔ کیا یہ بجائے خود عفاف کا اعلیٰ نمونہ نہیں ۔ اس رفیقۂ زندگی کو اپنے شوہر پر کتنا زبردست اعتماد تھا کہ اس نے اپنے دل سے سوت پن کی تمام آلائشوں کو باہر نکال کر اپنی باری ایک دوسری بیوی کو بخش دی کیا یہ اعتماد حسن معاشرت کے بغیر ہی حاصل ہو گیا ؟

آگے چلنے سے پہلے اپنی زندگی کا جائزہ لیجئے ۔ اپنی پسند سے ایک بیوی لانے والوں کا بھی یہ حال ہے کہ عمر میں کوئی ہفتہ باہمی نوک جھونک سے خالی نہیں جاتا اور اگر خدا نخواستہ ایک سے زیادہ رفیقۂ زندگی ہو تو ایک کے ہاتھ میں سر کے بال اور دوسری کے ہاتھ میں ڈاڑھی کے بال ہوتے ہیں ۔ لیکن اس انسان کی عظمت محبوبیت ، کردار بلند اور حسنِ معاشرت کا اندازہ کیجئے جس کے پاس پچپن سال کی عمر کے بعد تو ایسی بیویاں یکجا ہو جاتی ہیں جو مختلف عمر کی ہیں مختلف قبائل کی ہیں مختلف تمدن کی ہیں مختلف مزاج کی ہیں اور گھروں میں فقر و فاقہ ایک مسلسل مشغلہ ہے لیکن ساری زندگی میں باہمی تلخی کی کوئی نظیر نہیں ملتی ۔ صرف ایک ہی لطیف سی جھلک نظر آتی ہے جس کے بعد ایلاؔ[1] کا مسئلہ رحمتِ الٰہی بن کر نازل ہوا ورنہ اس سے پہلے ایلا اور طلاق ایک ہی چیز متصور ہوتی تھی ۔

پھر یہ بھی دیکھئے کہ ان ازواج مطہرات میں کس کس نوع کی بیویاں ہیں ۔ ان میں عائشہ جیسی کنواری بھی ہے ۔ ان میں سودہؓ حفصہ ، ام سلمہ ، جویریہ اور ام حبیبہ جیسی ایک ایک شوہر کی بیوائیں بھی ہیں ۔ ان میں خدیجہ ، صفیہ اور میمونہ جیسی دو دو شوہروں کی بیوائیں بھی ہیں ، ان ہی میں زینب بنت خزیمہ جیسی تین تین شوہر کی بیوہ بھی ہے اور ان ہی میں زینب بنت جحش جیسی مطلقہ بھی ہے ۔ پھر ان کے قبائل ، ان کے تمدن ، ان کے مزاج اور ان کی عمریں متفاوت اور مختلف ہیں کسی کو شاہانہ اخراجات نہیں ملتے بلکہ بعض اوقات کئی کئی مہینے کھجور اور پانی پر گذارا ہوتا ہے ۔ اس کے باوجود حسنِ معاشرت نے کیسا زبردست اعتماد پیدا کر دیا تھا کہ جب کثرتِ غنائم کو دیکھ کر امہات مومنین نے مزید گذارے کا مطالبہ کیا تو ایک بار مسئلہ تخییر[2] نازل ہونے کے بعد سب نے اپنے مطالبے واپس لے لئے ۔ کیا یہ انسانیت کا معمولی کمال ہے ؟ اور کیا کسی بڑے سے بڑے انسان کی زندگی میں حسنِ معاشرت کے ایسے نمونے مل سکتے ہیں کہ ہر نوع کی عورت ایک ساتھ ہونے کے باوجود اس کا

---

[1] اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے پاس جانے کی قسم کھا لے تو اسے ایلا کہتے ہیں ۔ عرب میں یہ طلاق تصور کی جاتی تھی ۔ حضور سے ازواج مطہرات نے ایک بار اضافہ اخراجات کا مطالبہ کیا تو حضور کو ناگوار گذرا اور ایک ماہ تک کسی کے پاس نہ گئے ۔ ایک ماہ کے بعد حکم نازل ہوا کہ ایلا کرنے والے اگر چار ماہ گذرنے سے پہلے اپنی قسم توڑ کر کفارۂ قسم ادا کر دیں تو طلاق واقع نہ ہو گی اور اگر اسی طرح چار ماہ گذر جائیں تو طلاق بائن ہو کر زوجین میں تفریق ہو جائے گی ۔

[2] جب ازواج مطہرات نے اضافۂ اخراجات کا مطالبہ کیا تو کچھ دنوں کے بعد آیاتِ تخییر نازل ہوئیں جن کی غرض یہ تھی کہ اگر تم دنیا

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۹ پر

حسنِ معاشرت سارے عالم کے لئے نمونہ بن سکے؟ یہ حقیقت آخر کیوں نگاہوں سے اوجھل ہو جاتی ہے؟

حقیقت یہ ہے کہ دنیا کا صرف یہی انسان کامل ہے جو یہ اعلان کر سکے کہ خیرکم خیرکم لاھلہ وانا خیرکم لاھلی (یعنی تم میں بہترین انسان وہ ہے جو اپنے اہل و عیال کے لئے سب سے بہتر ہو اور میں اس لحاظ سے تم سب میں بہتر ہوں) ہم نے بڑے بڑے مصلحین کو دیکھا جو ایک رفیقۂ زندگی سے بھی نہ نباہ سکے نہ اسے اپنا ہم نوا نہ بنا سکے۔ بعض تو ساری عمر بیوی سے مقدمہ بازی کرتے رہے۔ پس کیا نو مختلف ازواج سے ایسا غیر معمولی نباہ اس انسان کا آخری کمال نہیں اور کیا کسی ایک نوع کی رفیقۂ زندگی رکھنے والے کے لئے حضور کی زندگی ایک بہترین نمونہ نہیں؟ پھر وہ بھی ایسی حالت میں کہ حضور کو تنہا یہی ایک کام نہیں کرنا تھا بلکہ ایک طرف ساری امت کی اصلاح کا کمر کو توڑنے والا بوجھ بھی ہے اور ساری ساری رات خدا کی بندگی کا فرض بھی ادا کرتا ہے۔

خانگی زندگی کی سچی شہادت

یہ نکتہ کبھی فراموش نہ ہونا چاہیئے کہ حقیقی مصلح وہی ہے جس کے ظاہری اور باطنی دونوں کردار آئینے کی طرح عیاں ہوں، ہمارے موجودہ دورِ جہالت میں پبلک لائف اور پرائیویٹ لائف کے دو حصوں میں زندگی کو تقسیم کر دیا گیا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ پبلک اسٹیج پر اپنی زندگی کا کوئی خوشگوار پہلو پیش کر دینا مصلح کے لئے مشکل نہیں۔ مکمل شہادت کا صحیح پتہ اس وقت چلتا ہے جب اسکی اندرونی زندگی بھی آئینے کی طرح سامنے آ جائے۔ یوں تو حضور کی خانگی زندگی کی شہادت کے لئے تنہا خدیجہ ہی کافی ہو سکتی تھیں لیکن اس تنہا شہادت پر بیسیوں شبہے وارد ہو سکتے تھے مگر ان نو شاہدات عادلات میں سے کس کس کی گواہی پر شبہے کئے جا سکتے ہیں؟

اسلام نے کسی بات کے ثبوت کے لئے گواہوں کی جو بڑی سے بڑی تعداد رکھی ہے وہ چار مردوں ——— دوسرے لفظوں میں آٹھ عورتوں ——— کی گواہی ہے۔ لیکن جن امور شنیعہ کے ثبوت کے لئے گواہوں کی یہ تعداد مقرر کی گئی ان سے حضور کی پاک ترین اخلاقی زندگی اس درجہ بعید ہے کہ تعداد کی برابری بھی سوئے ادب ہے اس لئے آٹھ عورتوں کی بجائے نو عورتوں کی شہادت تاریخ کی آنکھوں کے سامنے ہے۔ تاریخ ان نو شاہدات عادلات سے دریافت کرے کہ حضور کی پرائیویٹ اور خلوتی زندگی کیا تھی۔ خلوتی زندگی کا پتہ نہ بیٹی دے سکتی ہے نہ فرزند نہ خادم و خادمہ، نہ دوست نہ دشمن۔ نہ داماد نہ بہو، نہ معتقد نہ شاگرد۔ یہاں سچی اور کھری گواہی بیوی ہی دے سکتی ہے۔ کیونکہ خلوت کی زندگی کی صحیح راز دار یہی ہوتی ہے یہ بتا سکتی ہے کہ اس کا شوہر کیا کیرکٹر رکھتا ہے؟ اہل و عیال سے اس کا سلوک کیسا ہے؟ اس کی راتیں کس طرح گذرتی ہیں؟ اسے اپنے مقصد کے ساتھ کتنی لگن ہے؟ اس کی زندگی کا کیا نقشہ ہے؟ اپنوں اور پرایوں کے ساتھ اس کے انسانی تعلقات کیسے ہیں؟ اور خود خدا کے ساتھ

بقیہ حاشیہ از صفحہ { چاہتی ہو تو تمہیں بہت کچھ دے کر الگ کر دیا جائے اور اگر رضائے الٰہی چاہتی ہو تو تنگی زندگی پر قناعت کرو۔ ان سب نے دنیا کے مطالبات سے دست برداری دے کر۔ اللہ، رسول اور آخرت کو پسند کیا۔

اسے کیا وابستگی ہے؟ — ان تمام سوالات کا جواب اگر ثقاہات معاملات یکزبان ہو کر دیں اور وہ بھی وجہ سے ازدواجی زندگی کا کوئی راز چھپا ہوا نہ ہو، تو دنیا کی کونسی عدالت اسے رد کر سکتی ہے؟ - کثیرالازواج مصلحین تو دنیا میں اور بھی بہت سے گزرے ہیں لیکن کسی ایسے مصلح کا نام لیجئے جس کی اتنی بیویاں اس کے پرائیویٹ کیرکٹر کی ایسی ہی گواہ ہوں، جن کے نکاح سے ہزار انسانی مصالح وابستہ ہوں اور جو معلماتِ اُمت بنا کر پیش کی گئی ہوں —

ان تمام تصریحات مذکورہ بالا کے بعد یہ حقیقت اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ حضورؐ کے تعددِ ازواج کا مقصد کچھ قربانیوں کی قدر دانی و حوصلہ افزائی تھی یا بیواؤں اور یتیموں کی خبر گیری یا خاندانی احترام کی بقا اور اس کے ساتھ ہی حسنِ معاشرت کا عملی درس دینا، صنفِ ضعیف کے درجے کو بلند کرنا - انہیں معلماتِ اُمت بنانا، معاشرے کی اصلاح کرنا - صہری تعلقات کے ذریعے دین کی توسیع کرنا اور امن و امان قائم کرنا وغیرہ - ان انسانی مصالح کے بغیر ہی مطلق تعددِ ازواج کو سنت قرار دینا درست نہیں - سنت صرف تعددِ ازدواج ہی نہیں حضور کی پوری زندگی ہے - حضور کی دوسری "کڑوی" سنتوں سے اعراض برت کر صرف "میٹھی" سنتوں کو اختیار کرنا معاشرے کو جتنا فائدہ پہنچا سکتا ہے اس سے زیادہ مفاسد پیدا کرتا ہے۔ تعددِ ازدواج پر سیر حاصل بحث ہم "ازدواجی زندگی کے لئے اہم قانونی تجاویز" میں کر چکے ہیں، اسے دیکھ لینا مفید ہو گا - حال ہی میں یہ کتابچہ ہمارے ادارے سے شائع ہوا ہے اور اس میں بہت سے اہم مباحث ہیں -

حقیقت یہ ہے کہ حضور کی اصلی اور آئیڈیل ازدواجی زندگی وہی ہے جو حضرت خدیجہؓ کے ساتھ بسر ہوئی - اس کے علاوہ ساری مناکحتیں ایک ہنگامی اور ناگزیر قومی و ملی مصالح کے تحت ہوئی تھیں اور ایسے وقت میں ہوئی تھیں جبکہ حضورؐ اس کی بشری ضرورت نہ رکھتے تھے - غالباً یہی وجہ ہے کہ بجز خدیجۃ الکبریٰ کے اور کسی ام المؤمنین سے حضور کی کوئی اولاد نہ ہوئی -

ہمیں بعض لوگوں کا یہ انداز دیکھ کر تعجب ہوا کہ وہ تعددِ ازواج النبی کی تاریخی حقیقت کو غلط ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں - ان کا کہنا یہ ہے کہ قرآن چونکہ چار سے زیادہ کی اجازت نہیں دیتا اور حضور قرآن کے خلاف نہیں جا سکتے تھے اس لئے یہ قطعاً ہی غلط ہے کہ حضور کی نو بیویاں تھیں - ہم نہیں سمجھ سکتے کہ تاریخی حقائق کو اس طرح جھٹلانے سے قرآن کی کیا خدمت ہو سکتی ہے - واقعہ صرف اتنا ہی ہے کہ قرآن کا رجحان توحیدِ زوج ہی کی طرف ہے کیونکہ وہ عدل بین النساء کو ضروری قرار دینے کے ساتھ اس عدل کو انسانی طاقت سے باہر بھی بتاتا ہے - لیکن اس کے باوجود اس میں ایسی لچک بھی رکھی ہے کہ ملت کی ہنگامی ضرورتوں کے وقت تعددِ ازواج مستحب بلکہ ضروری بھی ہو جاتا ہے - ان ہی ضرورتوں کے تحت حضورؐ نے نو ازواج ایک ساتھ رکھیں اور چونکہ قرآن نے ان کو الگ کرنے کی صریح ممانعت کر دی تھی - اس لئے حضور کا ان سب کو زوجیت میں باقی رکھنا بھی ناگزیر تھا - ان مادرانِ اُمت کو فرزندانِ اُمت کے حوالے نہیں کیا جا سکتا تھا ◆